

# عراق کی صورتِ حال

خلیل حامدی

(۲)

عبدالسلام عارف کا دور | عبدالسلام عارف مرحوم اگرچہ نہ اسلام کا علم رکھتے تھے، نہ کسی اور نظریے میں عقیدت تھے، اور ہر اس عنصر کا سہارا لینے کے لیے تیار ہو جاتے تھے جس کی مدد سے وہ اپنی حکومت کی بیڑی میں مضبوط کر سکیں، مگر طبعاً بہت شریف اور نیک انسان تھے۔ ان کی انفرادی زندگی نہایت پاکیزہ تھی اور اسلام سے بھی ان کو اچھی وابستگی تھی۔ اسی وجہ سے عبدالکریم قاسم کے بعد جب انہوں نے ملک کی زمام اقتدار سنبھالی تو عراق کے اسلامی عنصر کو عبدالکریم قاسم کے دور میں لگانا آرام و آفات کا بدت بنا رہا تھا، قدر سے اطمینان کا سانس نصیب ہوا۔ مرحوم کے دور میں قاہرہ اور بغداد کے تعلقات بھی کچھ بحال ہو گئے۔ مگر صرف ظاہری سطح پر۔ اندرونی معاملات میں کھپاؤ کی کیفیت میں کوئی کمی نہ ہوئی۔ عبدالسلام عارف نے کیونزوم اور بعث ازم کے بجائے "اسلامی سوشلزم" کا نعرہ اختیار کیا۔ اور ملک کے اندر ایک نیا رجحان پیدا کرنے کی کوشش کی۔

عبدالسلام عارف اور سوشلزم | جدید عراق کی فکری تاریخ کا خلاصہ ہم یوں بیان کر سکتے ہیں کہ عراقی انقلاب کا آغاز کیونزوم سے ہوا۔ کیونزوم کے بعد بعث ازم آیا۔ بعث ازم کے بعد سوشلزم کا دور آیا۔ مگر سوشلزم پر بھی اس کو ٹھیکہ نصیب نہیں ہے۔ اب وہ نیا راستہ اختیار کر رہا ہے جس پر ہم آگے چل کر گفتگو کریں گے۔

عبدالسلام عارف مرحوم نے حالات پر قابو پاتے ہی عراق کے اندر قومی ملکیت کا آغاز کر دیا۔ بنکوں کو قومی تحریل میں لیا گیا۔ انشورنس کمپنیوں اور بعض نئی صنعتوں کو بھی قومی ملکیت میں لینے کا اعلان کر دیا گیا۔ اگست ۱۹۶۲ء میں چائے اور دواؤں کی تجارت بھی قومی تحریل میں لے لی گئی اور ساتھ ہی یہ اعلان کر دیا گیا کہ آئندہ

حکومت کسی ادارے کو قومی تحویل میں لینے کا ارادہ نہیں رکھتی۔ جو ادارے تحویل میں لیے گئے انہیں کوئی معاوضہ نہیں دیا گیا۔

عبد السلام عارف کا "اسلامی سوشلزم" دراصل ان کے نفسیاتی الجھاؤ کا دوسرا نام تھا۔ ایک طرف قاہرہ نے "سوشلزم" کا طوفان برپا کر رکھا تھا اور سوشلزم کی جو تعریف قاہرہ کر رہا تھا وہ صاف صاف مارکسزم پر چسپاں ہوتی تھی۔ عارف مرحوم "سوشلزم" کو قاہرہ کی تعریف کی روشنی میں قبول کرتے کے لیے تیار نہ تھے۔ اس لیے انہوں نے اس کا یہ حل تجویز کیا کہ "سوشلزم" کے ساتھ "اسلامی" کا لفظ لگا کر اس کو مشرف باسلام کر لیا جائے۔ اُن کے اس نگری الجھاؤ اور دغلی پالیسی پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک عراقی مُصنّف نے لکھا ہے:

"مجھے عراق بھی قافلہ سوشلزم میں شریک ہو رہا ہے، مگر ایک نرالے ڈھب سے، جو خود صدر عارف کا اختراع کردہ ہے، یعنی "اسلامی سوشلزم"۔ ہم یہ نہ جان سکے کہ صدر عارف نے قرآن کی کس شورت اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کس حدیث کے اندر کارل مارکس کے نظریات کی جھلک پائی ہے۔ البتہ یہ واضح ہے کہ "عراقی سوشلزم" کے وجود میں آجانے سے عرب دنیا کے نگری انتشار میں کچھ اور اضافہ ہو گیا ہے"۔

عراقی سوشلزم، یا عراقی سوشلزم یا اسلامی سوشلزم، جو اصطلاح بھی اختیار کی جائے، دراصل اس سے معنی اور مفہوم میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔ اصطلاحات کے یہ پردے عراقی عوام کو مبتلا شے فریب نہ کر سکے۔ ایک عرب مُصنّف نے اس دور میں عراق کا دورہ کر کے وہاں کے حالات کی تصویریں کھینچی ہے۔ "عراقی وجدان اس وقت 'سوشلزم' انقلاب اور اسی طرح کی دوسری اصطلاحوں سے بڑا خائف ہے۔ سوشلزم کی دعوت کے بارے میں عراقی عوام گہرے شکوک میں مبتلا ہیں۔ وہ دو مرتبہ اشتراکی حکومت کا مزہ چکھ چکے ہیں۔ ان دونوں تجربوں سے انہیں یقین ہو گیا ہے کہ سوشلزم کا نعرہ داخلی اصلاح، عربی تعاون، اور خارجی تعلقات، ہر لحاظ سے ناکام اور موجب فساد ہے۔

شہ ۱۰ شتر اکیبہ فی التجارب العربیہ ص ۲۶۴۔

۲۷ روزنامہ الحیاة، بیروت، شمارہ ۱۹ جولائی ۱۹۶۴ء۔

اشتر کی تجربوں ملک کی عزت و ناموس کو برباد کر دیا ہے۔ آزادیوں کو پامال کیا ہے۔ اجتماعی کفالت کا حاصل ڈرامہ کھیلا ہے۔ بغداد کا تعلیم یافتہ طبقہ سوشلزم کو "غیر ملکی نظریہ" سمجھتا ہے۔ فروری ۱۹۶۲ء میں عراق کی انجمن تصنیف و تالیف کی کانفرنس میں اس پر کھل کر اظہار خیال کیا گیا تھا۔ اس کانفرنس کے تمام مصارف حکومت عراق نے برداشت کیے تھے اور اسے اپنی نگرانی میں منعقد کیا تھا۔ صدر عبدالسلام عارف بھی اس کے کئی اجلاسوں میں شریک ہوئے تھے۔ بغداد یونیورسٹی کے چانسلر اور کئی وزرائے حکومت اس کی سرپرستی کر رہے تھے۔ باہر سے جو فوڈ آئے تھے انہوں نے سوشلزم کی حمایت میں باتیں شروع کر دیں۔ انہیں دراصل عراق کا اندرونی رجحان صحیح طور پر معلوم نہ تھا۔ قاہرہ کے نمائندے امین الخولی اور اس کی بیوی ڈاکٹر عائشہ بنت الشاطی نے جب یہ کہا کہ سوشلزم سے دین اور عرب قومیت کوئی خطرہ نہیں ہے، کیونکہ مصر کے اندر سوشلزم نافذ ہے اور اس کے ساتھ ساتھ قاہرہ ریڈیو سے رات دن قرآن کی تلاوت بھی ہوتی رہتی ہے، تو ایک عراقی مصنف نے جو سیکولر ذہن رکھتا تھا اور سوشیالوجی اور اکنامکس کا پروفیسر تھا، اٹھ کر کہا: شیخ امین الخولی اور ان کی فاضل بیوی کو میں بتانا چاہتا ہوں کہ عبد الکریم قاسم کے دور میں بھی کمیونسٹوں نے عراق کے اندر کئی مسجدیں اور مقبرے بنوائے تھے، اور ریڈیو سے قرآن کریم کی تلاوت ہوتی رہتی تھی! یہ

جنرل عبدالغنی الراوی کا خط عبدالرحمان عارف کے نام | بہر حال مرحوم عبدالسلام عارف "اسلامی سوشلزم" کا واضح تعارف کرائے بغیر دنیا سے رخصت ہو گئے اور اب عراق میں اندرونی طور پر لاداکر رہا ہے۔ اس کا اندازہ اس خط سے کیا جاسکتا ہے جو میجر جنرل عبدالغنی الراوی نے حال ہی میں صدر عبدالرحمان عارف کو لکھا ہے۔ یہ ان فوجی افسروں میں سے ہیں جنہوں نے ۱۹۵۸ء جولائی ۱۵ء کو عراق میں انقلاب برپا کیا تھا۔ بعث وزارت میں یہ وزیر زراعت رہ چکے ہیں۔ ویانا میں عراق کے سفارتی فرائض بھی انجام دے چکے ہیں۔ نائب صدر بھی رہے ہیں۔ اور عراق کے نہایت بااثر فوجی افسروں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ موجودہ وزارت سے پہلے ان

لے الحیات بیروت شماره ۵، مارچ ۱۹۶۵ء۔

کو وزارت بنانے کی دعوت دی گئی تھی۔ مگر دو روز کے بعد اُن سے دعوت واپس لے لی گئی اور طاہر یحییٰ کو وزارت بنانے کی دعوت دی گئی جو پرانے بعضی ہیں۔ عبدالغنی الرادوی نے یکم جولائی ۱۹۶۷ء کو جنگِ عرب اسرائیل کے بعد صدر عبدالرحمان عارف کے نام جو طویل مکتوب لکھا ہے، اس کا مکمل متن ہم ۹ اگست ۱۹۶۷ء کے روزنامہ الحیات بیروت سے یہاں نقل کرتے ہیں جس سے اس ملک میں ایک نئے ابھرتے ہوئے رجحان کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

”جناب صدر، میں نے اپنے فرض کا احساس کرتے ہوئے انتہائی نازک حالات میں بھی آپ کے ساتھ ملکی ذمہ داری میں شرکت قبول کر لی تھی۔ میری خواہش تھی کہ ہم حالات کا پورا پورا سامنا کریں اور ایک سپاہی کے عزم، مومن کے اخلاص اور انقلابی جذبہ کے ساتھ ان کا مقابلہ کریں۔ اس دوران میں حالات نے نیزی کے ساتھ پٹنا کھایا اور ہم یکایک اس المیہ سے دوچار ہو گئے جو بیان سے باہر ہے اور ہماری پیشانی پر ناقابلِ برداشت سیاہ داغ کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ مگر اس زبردست المیہ کا مقابلہ ہم یادہ گویوں اور لہو و لہب سے کر رہے ہیں۔ ہمارا پریس دانستہ اس المیہ کو ایسے رنگ میں پیش کر رہا ہے، گویا یہ ہمارے لیے کوئی باعثِ عزت پمیر ہے اور شکست نہیں ہے بلکہ کامیابی ہے۔ دراصل ہمارا پریس ہزیمت خوردہ عناصر کے مفاد میں نہایت گمراہ کن اور عوامی جذبات کے ساتھ کھیلنے کی پالیسی پر گامزن ہے۔ اس صورتِ حال پر خاموش رہنے کا مطلب یہ ہو گا کہ ملک کو مکمل طور پر مادی اور روحانی انحطاط کے حوالے کر دیا جائے۔ اس لیے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ آپ کے سامنے حقیقت کا اظہار کر دوں۔ اگرچہ وہ آپ کو بھی ناگوار گزرے گی اور اس کا اظہار خود میرے لیے بھی شدید تکلیف دہ ہے۔

حقیقت حال کو صاف صاف اور پوری طرح بیان کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم ذرا ماضی قریب کا جائزہ لے لیں، کیونکہ موجودہ صورتِ حال سے اس کا انتہائی گہرا تعلق ہے۔ آنجناب کو یاد ہو گا کہ ہم نے ۱۴ جولائی ۱۹۵۸ء کو جو انقلاب برپا کیا تھا اُس کا مقصد ہم نے یہ بتایا تھا کہ یہ انقلاب ہرگز نہ پس ماندگی، سیاسی اور اقتصادی اجارہ داری، اور متحارب عالمی کیسپوں کی خیمہ برداری کو ختم کرنے

کے لیے برپا کیا گیا ہے۔ ہم نے اس وقت یہ بھی کہا تھا کہ ان مقاصد کے حصول کے لیے ہم ایک خدا پرست حکومت قائم کریں گے جو قوم کے عقیدہ و ایمان کی نمایندہ ہوگی، صالح، اہل اور پاکیزہ عناصر پر مشتمل ہوگی، ابنائے وطن کی صلاحیتوں اور قوتوں کو نشوونما دینے کے لیے صالح ماحول اور پاکیزہ فضا مہیا کرے گی، اور ملک کے لائق و مناسب خزانوں کو اہل ملک کی مصلحت و مفاد میں صرف کرنے کی انتہائی کوشش کرے گی۔

جناب کو یاد ہو گا کہ یہ تمام سہانے خواب کس طرح ہو ابن کراٹھ گئے۔ کس طرح ملک کے اندر خود سر آمریت قائم ہو گئی جس نے ملک کے تمام ذرائع و وسائل اور پوری کی پوری قوم کو فرد واحد کی نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لیے وقف کر دیا۔ کس طرح ایک ظالم حکمراں اور اس کی ہمنوا ٹولی نے خیانت کا بازار گرم کیا، انسانی عزت و شرافت کی دھجیاں اڑائیں، قانون کا منہ چڑایا، ابنائے وطن پر ظلم و ستم ڈھائے۔ اسکولوں اور کالجوں کو جرائم پیشہ گروہوں کے اڈوں میں تبدیل کر دیا گیا جنہوں نے اساتذہ کی مٹی بھی پلید کی اور طلبہ کی بھی۔ مزدوروں اور کسانوں کو پکڑ پکڑ کر لایا جاتا رہا تاکہ وہ سڑکوں پر نفرت انگیز اور انتقام پسندانہ نعرے لگائیں۔ زراعت کا خاتمہ کر دیا گیا۔ اور زراعت کے پورے نظام کو درہم برہم کر دیا گیا۔ کسان بھوکوں مرنے لگے اور انہوں نے شہروں کا رخ کر لیا۔ تجارت ماند پڑ گئی۔ کساد بازاری کا دور دورہ ہو گیا۔

آپ کو یقیناً یاد ہو گا کہ اس وقت کے حکام نے وطنی اتحاد کو کس طرح پارہ پارہ کیا اور بھائی کو بھائی سے لڑوایا۔ پیرامن شہریوں کا خون پانی کی طرح بہا یا گیا۔ دہشت و سراسیمگی کا سماں پیدا کیا گیا۔ اور جو ادارے جمہوریت کے تحفظ کے لیے تھے ان کو عوام کی گردنوں پر مسلط کر دیا گیا۔

بالآخر اللہ تعالیٰ نے اہل عراق کی آہوں اور دعاؤں کو قبول فرمایا، اور انہیں شخصی آمریت سے نجات پانے کی ہمت دی۔ آمریت کے خاتمہ پر ہر فرد نے اطمینان کا سانس لیا اور ملک کے اندر امن و اطمینان کی بجالی کی انگلیں عود کر آئیں۔ مگر یکایک پھر ایک ہولناک مصیبت نازل ہو گئی، اور اگر اللہ کا اپنے بندوں پر فضل خاص نہ ہوتا تو وہ بلاشبہ ایک جہان لیوا اور تلخ تر

امتحان سے دوچار ہو جاتے۔

مرحوم عبدالسلام نے حکومت کی زمام ہاتھ میں لیتے ہی اعلان کیا کہ انتظام پسندوں کا دور ختم ہو گیا اور انسانی آزادیوں پر دست دہازی، انسانی آبرو کی پامالی اور ریاست کو نقصان پہنچانے کا دور بھی ساقط ہو گیا۔ عراقیوں نے نئی حکومت کا خیر مقدم کیا۔ ان کا خیال تھا کہ موجودہ حکومت نے پچھلی غلطیوں اور باضی کے واقعات سے عبرت حاصل کر لی ہے۔ مگر محض اہل عرصہ گزرا کہ اہل عراق دوبارہ یا اس وقتوں میں ڈوب گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ نئی حکومت نے بھی باہر سے نظریات کی درآمد شروع کر دی ہے اور انہی نظریات کی بنا پر اس نے اپنا نئے وطن کی تقسیم بھی شروع کر دی ہے۔ باہمی خانہ جنگی کو ہوادمی جبار ہی ہے۔ کچھ لوگوں کو ترقی پسند اور کچھ کو رجعت پسند قرار دیا جا رہا ہے۔ کسی پر "دائیں بازو" اور کسی پر "بائیں بازو" کا لیبل چسپاں کیا جا رہا ہے۔ کچھ کو اعتدال پسندوں کی فہرست میں درج کیا جا رہا ہے اور کچھ انتہا پسند ٹھہرائے جا رہے ہیں۔ کچھ قوم پرست ہیں اور کچھ شعوبی (عربی قومیت کے مخالف)۔ الغرض طرح طرح کے القاب تراشنے لگے جن سے لوگ اکتا گئے اور نوبت بیزاری تک پہنچ گئی۔ وہی سہی کسر قومی ملکیت کی سطحی اور فروری کا ردیوں نے پوری کر دی، جن کی وجہ سے تجارت اور صنعت کار باہمانظام بھی ختم ہو گیا۔ اور جب سرمائے اور املاک کی ضبطی شروع ہوئی تو لوگوں نے اپنے سرمائے کو ملک سے باہر اسکل کرنا شروع کر دیا۔ اس طرح ریاست کے تمام ذرائع آمدنی معطل ہو گئے۔ صرف تیل کی آمدنی باقی رہ گئی جس سے ملازمین کی تنخواہیں بمشکل ادا کی جاتی تھیں۔ آخر کار عبدالسلام حارف اللہ کو پیار سے ہو گئے اور قیادت کی زمام آپ نے سنبھال لیا۔ اہل عراق آپ کے بارے میں انتہائی خوش فہمی میں تھے۔ ان کا خیال تھا کہ ماضی کے واقعات آپ کی آنکھوں کے سامنے گزرے ہیں اور ملک جس انحطاط اور زوال کے منہ میں جا رہا ہے وہ آپ سے مخفی نہیں ہے۔ آپ قوم کی متاع گم شدہ کو واپس دلانے کی کوشش کریں گے، اور کھوکھلے اور گمراہ کن سیاسی نعروں سے ملک کو بچائیں گے۔ بالخصوص جب کہ

ان نعروں کا افلاس واضح ہو چکا ہے اور ان کی حقیقت لوگوں پر کھل چکی ہے۔ عوام کو امید تھی کہ آپ حالات کو صحیح رخ پر لانے کے لیے پوری تندرہی سے کام لیں گے اور راست باز باصلاحیت اور پاکیزہ سرشت افراد کو ساتھ لے کر، بگاڑ سے کنارہ کش رہ کر، برکبی کو سیدھا کرنے کی کوشش کریں گے۔ یہی وجہ ہے کہ خود میں بھی پورے اخلاص اور دیانداری کے ساتھ آپ سے تعاون کرنے کے لیے آمادہ ہو گیا تھا کہ شاید میں آپ کا کسی نہ کسی حد تک ہاتھ بٹاسکوں۔

مگر میں نے محسوس کیا، اور دوسرے لوگ بھی میرے اس احساس میں شریک ہیں کہ آپ جس پالیسی پر گامزن ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ حالات کو جوں کا توں رکھا جائے۔

۲۔ تمام سیاسی دھڑوں کو خوش کیا جائے حتیٰ کہ ان لوگوں کو بھی جن کے نعروں اور نظریات کا کھوکھلا پن واضح ہو چکا ہے۔

۳۔ مختلف خیالات کے ساتھ گھٹے بوڑھ رکھا جائے اور حقائق کا سامنا کرنے سے گریز کیا جائے

۴۔ طالع آزما، کمزور اور منافق عناصر صریحاً تک و فاداری کا اظہار کرتے رہیں ان سے خوش رہا جائے خواہ وہ درپردہ آپ کی جڑیں ہی کاٹ رہے ہوں۔

یہ ہیں مختصر طور پر وہ اسباب و عوامل جن کی وجہ سے عراق دوسرے عرب ملکوں کے اندر اپنے فطری مقام سے محروم ہے۔ اور وہ مشرق وسطیٰ کی سیاست میں کسی نوعیت کا رول ادا کرنے سے قاصر ہو رہا ہے۔ اقتصادی اور مالی لحاظ سے عراق تباہ ہو چکا ہے۔ زراعت، تجارت اور صنعت پہلے ہی مفلوج ہو چکی ہے۔ اور اب تیل جو آمدنی کا واحد ذریعہ تھا، اس کی سپلائی بھی بند ہو رہی ہے۔ ملک کے مختلف طبقوں اور حلقوں میں انتشار اور تفرقہ بازی میں غیر معمولی اضافہ ہو گیا ہے۔ سرکاری مشینری تغافل، لاپرواہی اور منفی ردیے کی شکار ہو چکی ہے۔ ریاست کا رعب اور خوف دلوں سے نکل چکا ہے۔ فوج بھی کمزور ہو چکی ہے۔ اس کی تمام قوتیں اور اس کے اسلحہ پے درپے خانہ جنگیوں کی بھیینٹ پڑھ چکے ہیں۔ حالانکہ ہماری فوج اتنی مضبوط تھی کہ اگر ہم اس کا صحیح استعمال کرتے تو ہمیں



کسی دشمن کا خطرہ باقی نہ رہتا۔

آج جب کہ ملک ان افسوسناک حالات میں بُری طرح گھبرچکا ہے، اور فلسطین کا المیہ اس پر مستزاد ہے، میں چاہتا ہوں کہ ملک کو بچانے اور اسے مزید انحطاط کا شکار ہونے سے روکنے کے لیے فوری اور قطعی حل تجویز کیا جائے۔ اور اُس گھڑی کا انتظار نہ کیا جائے جب کہ مرض لا علاج ہو چکا ہو۔ میرے نزدیک اس کا علاج یہ ہے :

۱۔ ملک کے اندر ایک مضبوط، باصلاحیت اور بے غرض اور پاکیزہ حکومت قائم کی جائے جسے ملک کی غالب اکثریت کی حمایت حاصل ہو اور جوان لوگوں کے شور و شغب کو خاطر میں نہ لائے جن کو صرف ذاتی اغراض سے دلچسپی ہوتی ہے اور جو پہلے ہی اس ملک کا ستیاناس کر چکے ہیں۔

۲۔ یہ حکومت بلا امتیاز ملک کے تمام افراد کی صلاحیتوں سے استفادہ کی کوشش کرے اور اسباب صنعت اور نظر باقی اجارہ داری کا خاتمہ کرے جنہوں نے ذہنوں کو مکدر کر رکھا ہے، اور ملکی صفوں میں پھوٹ ڈال رکھی ہے، اور طبقاتی کشمکش کی آگ بھڑکار رکھی ہے۔ یہ حکومت اپنا ایسا پروگرام طے کرے جو قوم کے عقیدہ و ایمان سے مانوڑ ہو تاکہ اُسے قوم کی حمایت اور وفاداری حاصل ہو سکے، اور وہ اپنے پروگرام کو صحیح معنوں میں عملی جامہ پہنا سکے۔

۳۔ یہ حکومت پورے اخلاص و تمکل کے ساتھ ان تمام قوانین پر نظر ثانی کرے جو انقلاب نے آج تک نافذ کیے ہیں، مثلاً زراعت، تجارت اور اقتصادی امور سے متعلق قوانین۔ ان قوانین کے ارد گرد اگرچہ جذبات کی باڑھ قائم کر دی گئی ہے، مگر ان پر نظر ثانی ضروری ہے۔

۴۔ یہ حکومت پورے ملک کے اندر بلا واسطہ عام انتخابات کرانے کے لیے تیار ہو اور لا طائل گرد ہوں، بلاکوں اور قیادتوں کو واسطہ بنائے بغیر قوم کو براہ راست نظام حکمرانی کی تشکیل کا موقع دے۔

۵۔ اس حکومت کا یہ فرض ہو کہ وہ قوم کے اندر اتحاد پیدا کرے، سب کو ایک کلمہ پر جمع کرے اور یہ کلمہ اسلام کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا جس کے بارے میں کوئی اختلاف قوم میں نہیں ہے۔ اور یہی متعدد اہم فرائض اس حکومت کو سرانجام دینے ہوں گے جن کا تعلق بین العربیہ است



اور بین الاقوامی پالیسیوں سے ہے۔ بالخصوص المیہ فلسطین کے اثرات کا ازالہ۔ اور آئندہ کے لیے ایسی گہری اور پاکیزہ منصوبہ بندی جو اللہ کی مدد اور توفیق حاصل کرنے کے لیے ضروری ہو۔

جناب صدر، جو باتیں میں نے آپ کے سامنے رکھی ہیں یہ کوئی نئی اور خود ساختہ نہیں ہیں۔ میں یہی باتیں ہر محفل اور ہر ملاقات میں آپ کے گوش گزار کرتا رہا ہوں۔ موجودہ المیہ سے پہلے بھی بار بار ان باتوں کا اعادہ کرتا رہا ہوں اس امید پر کہ شاید آپ کسی نہ کسی روز ان کی صحت اور ضرورت کے قابل ہو جائیں۔ مسٹر ناجی طالب کے استعفیٰ کے بعد جب آپ نے عجمی وزارت کی تشکیل کی دعوت دی تھی تو میں نے اس وقت آپ کے سامنے انہی تجویز کو دہرایا تھا اور آپ سے وعدہ کیا تھا کہ میں جن تجویز کے لیے دوسروں کو دعوت دیتا ہوں، اللہ کی مدد اور توفیق سے اور عوام کے اعتماد کے ساتھ میں خود بھی ان کو پورا کرنے کی سرتوڑ کوشش کروں گا۔ اگر میں ان تجویز کو جاری عمل پہنچانے میں کامیاب ہو گیا تو یہ میرے خدا کا فضل اور کرم ہو گا اور اگر ناکام ہوا تو یہ میرا ذاتی قصور ہو گا اور آپ کو اختیار ہو گا کہ آپ پھر سے چاہیں میرا جانشین منتخب کر لیں۔

لیکن آپ نے ادھر مجھے وزارت بنانے کی دعوت دی اور ادھر اُسے دو دن کے اندر اندر واپس لے لیا۔ اس تبدیلی کا سبب کیا تھا؟ یہ میرے علم سے باہر ہے۔ مجھے صرف اس قدر معلوم ہے کہ بعض مصلحت پرست اور طالع آزمایا اور نعرہ باز عناصر نے آپ پر اس دعوت کو واپس لینے کے لیے دباؤ ڈالا تھا۔ حالانکہ یہ وہی عناصر ہیں جنہوں نے ملک کی کشمکش کو ڈانواں ڈول کر رکھا ہے، اور المیہ فلسطین میں بھی ان عناصر کا بڑا ہاتھ ہے۔ انہوں نے ملک اور فوج کو ترقی سے روکا اور قوم کے اندر نفاق اور اختلاف کے بیج بوئے۔ بعد ازاں آپ نے فیصلہ کیا کہ آپ خود وزارت کی تشکیل کریں گے۔ آپ نے اپنی وزارت کے جو خود مختار پیش کیے ان سے واضح ہو گیا کہ آپ بعض عناصر کو خوش رکھنے کی پالیسی پر گامزن ہیں۔ اگلے روز جب آپ نے اپنے چاروں نائبین سے ملاقات کی اور میں بھی ان میں شامل تھا تو میں نے آپ کی تجویز کردہ وزارت کی سخت مخالفت کی تھی اور آپ سے صاف صاف عرض کر دیا تھا کہ اس وزارت کا اس کے

سوا کچھ حاصل نہیں ہے کہ ملکی خزانہ پر مزید بار ڈال دیا جائے اور وزراء اور ناہین کے لیے بھاری بھر کم تنخواہیں جاری ہو جائیں جن کا کام سوائے تنخواہ وصول کرنے اور دفتر میں حاضری دینے کے کچھ نہیں ہوگا۔ نیز یہ وزارت جن ارکان پر مشتمل تھی ان میں باہم کوئی اتحاد اور ہم آہنگی نہ تھی جس کی وجہ سے ان کے لیے موجودہ نازک حالات میں فرائض کو ادا کرنا ناممکن تھا۔

جناب صدر، ہمارا ملک اس وقت جس دور سے گزر رہا ہے وہ بہت نازک ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سے اور پوری قوم سے ہماری کوتاہیوں کا محاسبہ کرے گا۔ میں جس طرز کی واضح اور بین مقاصد رکھنے والی حکومت چاہتا ہوں، اس کا قیام آپ کی اختیار کردہ پالیسی کے سامنے میں ناممکن ہے۔ اس لیے میں یہ مراسلہ آپ کی خدمت میں لکھ رہا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ آپ حکومت کے نظام، مزاج اور پروگرام میں مناسب تبدیلی عمل میں لائیں گے اور ان لوگوں سے کام لیں گے جو مذکورہ بالا صنعت کی حکومت بروئے کار لانے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ اس کے ماسوا آپ جو راستہ بھی اختیار کریں گے میں اس سے بری ہوں۔

میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر آپ صالح حکومت قائم کریں گے تو پوری کی پوری قوم آپ کی پشت پناہی کرے گی۔ اللہ تعالیٰ کبھی اپنے نیک بندوں کی مدد سے ہاتھ نہیں اٹھاتا۔ خوش قسمت ہے وہ شخص جو اللہ کی رضا جوئی کو پیش نظر رکھے چاہے لوگ ناراض ہو جائیں۔ اور بد قسمت ہے وہ جو انسانوں کی رضا کی طلب میں اللہ کی ناراضی مول لے۔ دیکم جولائی ۱۹۶۷ء

نمائندہ صورت حال | ایک ممتاز فوجی جنرل کے اس طویل خط سے باسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ عراق کے موجودہ

احوال سے صرف عوام ہی نہیں اوپرنٹک کے لوگ مطمئن نہیں ہیں۔ پچھلے دنوں بغداد کے ایک خطیب نے اپنے خطبہ کے دوران حکومت کے بعض اعمال پر تنقید کی تھی۔ اس کے جواب میں خطیب صاحب کو گرفتار کر لیا گیا اور اس پر کئی روز تک بغداد میں احتجاجی ہڑتال برپا رہی۔ اب حکومت نے مزید اقدام یہ کیا ہے کہ پورے ملک کے پولیس کا کلا گھونٹ کر رکھ دیا ہے۔ وزیراعظم طاہر یحییٰ یعنی نظریات کے علمبردار ہیں۔ ان کی حکومت نے ۴ دسمبر ۱۹۶۷ء کو ایک آرڈیننس کے ذریعہ تمام نجی اخبارات بند کر دیئے ہیں اور ان کے بجائے پانچ سرکاری اخبارات

جاری کیے گئے ہیں جن کے نام یہ ہیں: الجھڑیہ، الثورة، المواطن، المسام۔ آبرودر (انگریزی)۔ ان اخبارات کی ادارت محکمہ ثقافت و قومی رہنمائی کے افسروں کے سپرد کی گئی ہے۔ ایک پریس ٹرسٹ کو ان تمام اخبارات کا نگران بنایا گیا ہے۔ اور ایک سابق وزیر کو اس ٹرسٹ کا ڈائریکٹر مقرر کر دیا گیا ہے جنہی اخبارات کو بند کیا گیا ہے ان میں ایک روزنامہ "التاخی" ہے جو کہ دوں کا ترجمان تھا پچھلے سال جب کہ دوں کے ساتھ حکومت کی مصالحت ہو گئی تھی تو یہ اخبار جاری ہوا تھا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ خدا خدا کر کے کہ دوں سے تعلقات درست ہونے کی جو شکل بنی تھی یعنی سیاست نے اسے بھی ختم کر دیا۔ نڈل ایسٹ نیوز ایجنسی کے بیان کے مطابق اب حکومت ٹرسٹ کے اخبارات کو کامیاب کرنے کے لیے مصر سے ماہرین بلائے گی جو صحافت کو ڈکٹیٹروں کے لیے مفید اور عوام کو بے وقوف بنانے میں زیادہ باکمال ہو چکے ہیں۔ ان حرکات کے بعد آخر موجودہ حکمرانوں کو نوری السعید اور عبداللہ کے دور پر زبان طعن کھونے کا کیا حق پہنچتا ہے۔

یہ سب کچھ اس وقت ہو رہا ہے جبکہ اپنی حماقتوں کے بدترین نتائج یہ لوگ فلسطین و سینا میں دیکھ چکے ہیں۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اسرائیل کے ہاتھوں اتنی بڑی چوٹ کھانے کے بعد بھی ان لوگوں کی آنکھیں نہیں کھلیں۔ ایک طرف اسرائیل ہے جس کے ۲۰ لاکھ باشندے دل و جان سے اپنی حکومت کے حامی ہیں اور جنگ ہو یا امن، دونوں حالتوں میں اس کی اسکیموں کو کامیاب کرنے کے لیے جانیں لڑتے ہیں۔ کیونکہ وہاں جو کچھ ہو رہا ہے عوام کی مرضی کے مطابق ہو رہا ہے، اور ہر اسرائیلی محسوس کرتا ہے کہ حکومت کی ذمہ داری میں وہ خود شریک ہے۔ کوئی شخص اسرائیلی عوام کی مرضی کے خلاف ایک دن بھی حکومت نہیں چلا سکتا۔ دوسری طرف گروپس کے عرب ممالک ہیں جن میں کہیں بھی حکومت میں عوام کا کوئی دخل نہیں ہے۔ یغیبہ سازشوں اور ریشیہ دوانیوں کے ذریعے سے چند افسر ملک پر قابض ہو جاتے ہیں، اور قابض ہو جانے کے بعد وہ عوام کو بھڑکائیوں کی طرح ہانکنے لگتے ہیں۔ اپنے نیم تختہ نظریات کو جو زیادہ تر کہیں باہر سے درآمد کیے ہوئے ہوتے ہیں، زبردستی قوم پر ٹھونسنا چاہتے ہیں۔ پریس کا گلا گھونٹتے ہیں تاکہ ان کی اپنی آواز کے سوا ملک میں کوئی دوسری آواز سنائی نہ دے۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعے سے لوگوں کو شبہ روز فریب دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور قوم کی طرف ان کی زیادتیوں پر جو صدائے احتجاج بھی اٹھے

نہایت بے دردی کے ساتھ کھلتے ہیں۔ ایسی حالت میں کوئی عرب ملک بھی ایسا نہیں ہے، اور نہیں ہو سکتا جس کی آبادی اُس طرح اپنی حکومت کی پشت پر کھڑی ہو جس طرح اسرائیل میں یہودی آبادی اپنی حکومت کی پشت پر کھڑی نظر آتی ہے۔ بلکہ اس کے برعکس عرب حکومتوں کی طاقت کا بڑا حصہ تو اسرائیل کے مقابلہ میں صرف ہونے کے بجائے خود اپنی قوم کو دبا کر رکھنے پر صرف ہو رہا ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر ستم کی بات یہ ہے کہ ادھر اسرائیل کے لیڈر یہودیت کے نام پر اپیل کر کے نہ صرف اسرائیل بلکہ دنیا بھر کے یہودیوں میں جذبہ جہاد ابھار رہے ہیں اور ادھر عرب ملکوں پر وہ سرچرے لیڈر مسلط ہیں جو روس اور چین، سے سوشلزم درآمد کر کے اوز مسلمانوں کے دینی جذبات سے لڑ کر رہی سہی روج جہاد کو بھی ختم کیے دے رہے ہیں۔



## حج مبارک

یہ کتابیہ  
سفر حج میں  
آپ کی  
بہترین رہنما اور رفیق  
منابت ہوں گی

فائز سنٹر

کتاب الحج (مرتبہ عبدالحمید خان) خانہ کعبہ کی تعبیر و حجت الوداع کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا  
کا طریق ادائیگی فائدہ بخش حج۔ گھر سے لے کر اختتام حج تک تمام حج کی تمام مناسک حج ۱۰  
کرنے کے طریقے اور دعائیں۔ قیمت: 3.50

عبدالحمید خان کا یہ سفر نامہ مقامات مقدسہ کے زائرین کے لیے خضر راہ ہے  
بہر مقام کا حال تاریخی پس منظر کے ساتھ دلچسپ پیرا میں بیان کیا گیا ہے۔ 3.50

قرآنی جواہر پائے: ان آیات قرآنی کا انتخاب، مع ترجمہ، جو تمام شعبہ ہائے زندگی کو محیط ہیں۔  
اور جنہیں تقریر و تحریر میں حوالہ کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے۔ 2.50

رسول اللہ نے فرمایا: اسلامی کردار و اخلاق سے بہرہ ور ہو سکتے ہیں۔ قیمت: 2.75

روح اسلام: دینی، اخلاقی، معاشرتی اور ثقافتی موضوعات پر بصیرت افروز مقالات۔ جامع اسلامی  
روح پیدا کرنے کے لیے اس کا مطالعہ ضرور کیجیے۔ قیمت: 10.00



لاہور — راولپنڈی — منگلا — ملتان — پشاور — حیدرآباد — کراچی